❏ مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی
مولانا الٰہی بخش اکیڈمی، کاندھلہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی
اور
مولانا اسعد مدنی

باہم شفقت و عنایت اور اخلاص و احترام کی ایک جھلک
حضرت شیخ کے روزنامچہ اور بعض تحریرات کے آئینہ میں

حضرت مولانا اسعد مدنی اور حضرت شیخ کے باہمی روابط، اخلاص ومحبت اور اعتماد ومسازی کی ہمہ وقت کیفیت ان لوگوں کے لیےمحتاج وضاحت و بیان نہیں جنھوں نے حضرت شیخ کی صحبتیں پائی ہیں اور حضرت کی خدمت میں مولانا اسعد صاحب کی آمد و رفت، حضرت شیخ کے یہاں مولانا کے غیر معمولی احترام اور حضرت پر مولانا کے اعتماد کو دیکھا ہے، یا اس کا تذکرہ کیا ہے۔

حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب اور حضرت شیخ کے روابط کی روداد ایک عہد کی تاریخ اور تقریباً ایک صدی پر پھیلے ہوئے روابط کی دلآویز کڑی ہے۔ حضرت شیخ کی مولانا اسعد صاحب سے واقفیت ان کی ذات تک نہیں تھی، بلکہ اس کا سلسلہ اوپر کی دو پشت یا شخصیتوں سے جڑا ہوا تھا۔ مدنی خاندان سے حضرت شیخ کی واقفیت اور روابط کی ابتداء شیخ الاسلام مدنی کے بڑے بھائی مولانا سیّد احمد فیض آبادی کی دید اور عنایات سے ہوئی تھی۔

تقریباً ۱۳۲۰ھ (۳-۱۹۰۲ء) کی بات ہے جب حضرت شیخ تقریباً پانچ سال کے تھے اور اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد یحییٰ کے ساتھ کاندھلہ سے گنگوہ آ گئے تھے، حضرت مولانا محمد یحییٰ سنہ ۱۳۱۳ھ میں حدیث شریف کی تعلیم کے لیے گنگوہ حاضر ہوئے تھے اور تعلیم کے بعد حضرت مولانا گنگوہی کی خدمت میں رہ گئے تھے اور چند ہی مہینوں کے بعد حضرت گنگوہی کے ایسے معتمد اور مزاج شناس بن گئے تھے کہ حضرت نے فقہ و فتاویٰ کی خدمت پوری طرح مولانا محمد یحییٰ کے سپرد فرمادی تھی اور فرط محبت میں مولانا یحییٰ کو اندھے لاٹھی کہا کرتے تھے۔ حضرت مولانا گنگوہی کے آخری زمانہ حیات (وفات ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء) میں حضرت مولانا سیّد احمد صاحب فیض آبادی بھی

اصلاح وتربیت کے لیے حضرت کی خدمت میں حاضر تھے، منجملہ اور مصروفیات کے حضرت مولانا گنگوہی کے لیے چائے اور ناشتہ تیار کرنے کی خدمت بھی مولانا سیّد احمد صاحب کے سپرد تھی۔ مولانا حضرت گنگوہی کے لیے انڈے کا نیم برشت تیار کیا کرتے تھے جس میں سے کچھ حصّہ حضرت مولانا گنگوہی استعمال فرماتے تھے، باقی حضرت شیخ کے لیے جو اس وقت کم سن (صرف پانچ سال کے تھے) محفوظ کر دیا جاتا تھا، مولانا سیّد احمد صاحب حضرت گنگوہی کے قلمی شورہ سے پانی بھی ٹھنڈا کیا کرتے تھے۔ اس کا بھی ایک حصّہ حضرت شیخ کے اپنے الفاظ میں:

''اس حقیر فقیر زاہد عن الدنیا کے حوالہ ہو جاتا تھا۔''

(آپ بیتی یا یادِ ایام شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا-ص: ۵ حصہ دوم، مکتبہ رشیدیہ ساہی وال، بلاسنہ)

حضرت شیخ مولانا فیض آبادی کی اس دائمی شفقت وعنایت کا بہت دلچسپ پیرایہ میں مزے لے لے کر تذکرہ کیا ہے فرماتے ہیں:

''حضرت قدس سرہٗ کو امرودوں کا بہت شوق تھا اور چونکہ دانت نہیں تھے اس لیے مولانا سیّد احمد صاحب مدنی حضرت (گنگوہی) کے لیے ایسی باریک ورقیاں امرودوں کا کاٹتے جیسے پتنگ کا کاغذ ہوتا ہے۔ حضرت کے سامنے سے جو کچھ بچتا اس کا واحد وارث میں ہی تھا۔''

اس کے علاوہ حضرت کی چارپائی کے نیچے پھل مٹھائی وغیرہ کی ٹوکریاں اور ہنڈیاں رکھی رہا کرتیں یہ بھی چوری سے نہیں اگر غصب سے کہوں تو بے محل بھی نہیں، بہرحال غاصبانہ تصرف میرا ہی ہوتا تھا، غصب میں نے اس لیے کہا کہ میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ اگر دیکھتے تو گھورتے اور مجھے جھڑک بھی دیتے تھے لیکن حضرت مولانا سیّد احمد صاحب جو حضرت اقدس سرہٗ کی اس قسم کی چیزوں کے منتظم تھے، ان کی طرف سے یہ اِذن عام تھا، بلکہ والد کے گھورنے یا جھڑکنے پر میں اگر اس چیز کو واپس ڈال دیتا اور وہ دیکھ لیتے تو اُٹھا کر اسے اور کبھی ان کے سامنے بھی مجھے دے دیتے۔ مولانا سیّد احمد صاحب فیض آبادی کے حوالہ سے حضرت شیخ نے دو بہت دلچسپ واقعات اور لکھے ہیں، ملاحظہ ہوں:

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

حضرت قدس سرہٗ کے یہاں عام معمول چائے کا تو اچھی طرح یاد نہیں کہ تھا یا نہیں، لیکن یاد پڑتا ہے کہ کبھی کبھی دو حصّے دودھ اور ایک حصّہ چائے کی چھوٹی پیالی ہوتی تھی، البتہ صبح کے وقت میں دو تین بیضوں کا نیم برشت ایک تکیہ بنا کرتا تھا، وہ ایک ہی چیز مہو ہوا کرتی تھی اور بہت اہتمام سے

بنا کرتا تھا۔

مولانا مرحوم تین بیضوں کو تقریباً آدھ گھنٹہ تک اس قدر پھینٹتے کہ وہ پھول کر بڑا پیالہ ہو جاتا، پھر اس کو پکے ہوئے گھی میں فریدان میں ڈالنے سے وہ بلا مبالغہ پھول کر ایک چھوٹے نان کے برابر ہو جاتا، پھر جلدی جلدی اس کو بستر کی طرح لپیٹتے، جس سے وہ گاؤ تکیہ معلوم ہونے لگتا، جو اندر کی طرف سے تو بالکل کچا اور اوپر سے پکا ہوا بہت ہی لذیذ ہوتا، اس میں سے ایک دو چمچے تو حضرت اقدس سرہٗ نوش فرمایا کرتے باقی وہ سارا گاؤ تکیہ اس حقیر فقیر زاہد عن الدنیا کے حوالے ہو جاتا۔"

ایک واقعہ اور پڑھ لیجیے اور اخلاص وقدردانی کی داد دیجیے:

حضرت قدس سرہٗ کو ٹھنڈے پانی کا بڑا اہتمام اور شوق تھا۔ حضرت کے لیے بعد ظہر اولے کا شربت شورۂ قلمی میں ٹھنڈا کیا جاتا، پندرہ بیس منٹ تک حضرت سیّد احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ المونیم کے ڈبوں میں اس کو ٹھنڈا کیا کرتے تھے، اندر کے بند ڈبے میں شربت ہوتا اور باہر کے کھلے بند ڈبے کو بالکل صاف کر کے کہ کہیں اس کے اندر اثر نہ رہ جائے، برتن میں حضرت قدس سرہٗ کو پلانے کے لیے نکالتے اور باہر حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش کرنے لے جاتے اور ایک چوتھائی کے قریب اس ڈبّہ میں خاص طور سے اس سیہ کار کے لیے بھی چھوڑ کر جاتے حضرت قدس سرہٗ کے گلاس میں جتنا بچتا، اسی میں میرا اولا حصّہ ملا کر مجھے مرحمت فرما دیتے، ایک دفعہ حماقت سوار ہوئی، مولانا علیہ الرحمۃ تو حضرت قدس سرہٗ کو پلانے باہر تشریف لے گئے اور اس حریص ولالچی نے ان کے آنے سے پہلے ہی شورہ سے وہ ڈبہ نکال کر منہ کو لگا یا، اندر کا شربت تو دیر میں پہنچا۔ اور باہر جوش تھا، وہ سب سے پہلے منہ کو لگ گیا۔ جس سے سارا منہ کڑوا ہو گیا اور خراب ہو گیا کہ تھوکتا تھوکتا تھک گیا اتنے میں مولانا تشریف لے آئے۔ میری حالت دیکھ کر ڈانٹا کہ ایسی کیا گھبراہٹ تھی، میں تو آ ہی رہا تھا کئی مرتبہ کلی کرائی، پھر وہ بقیہ شربت پلایا۔

یہ حضرت اور مدنی خاندان کے آغاز تھا۔ مولانا سیّد احمد صاحب کے بعد اس رابطہ کی دوسری سب سے مبارک اور لائق صد احترام حضرت مولانا مدنی کی ذات گرامی سے واقفیت اور ارتباط تھا، حضرت مولانا حسین احمد صاحب، حضرت گنگوہی کے آخری دور میں گنگوہ حاضر ہوتے تھے اور حضرت گنگوہی کے وفات کے بعد رشتۂ عقیدت اور مؤدت میں کچھ کمی نہیں آئی حضرت مولانا مدنی گنگوہ حاضر ہوتے اور طویل قیام کرتے، ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی کے وفات کے تقریباً پانچ سال بعد سنہ ۱۳۲۸ھ میں لمبے قیام کے ارادے سے گنگوہ تشریف لائے اور دو مہینہ قیام کیا اور اس طویل عرصہ میں علاوہ اور ریاضتوں اور مجاہدات کے مسلسل روزے بھی رکھے چونکہ حضرت

مولانا کے مولانا محمد یحییٰ سے حضرت گنگوہی کی وجہ سے بہت گہرے اور قریب کے مراسم تھے اس لیے حضرت مولانا مدنی کے افطار کا مولانا یحییٰ کے یہاں انتظام واہتمام ہو گیا تھا۔ حضرت مولانا مدنی کے مولانا محمد یحییٰ کے مکان پر آنے اور افطار کا وقت آتا تو حضرت شیخ الحدیث جو اس وقت بارہ سال کے تھے شوق میں اپنے گھر کے دروازہ پر آ کر کھڑے ہو جاتے اور دور سے حضرت مدنی کو بلاتے آواز دیتے اور کہتے:

''آجاؤ تشریف لے آؤ'' اس کے بعد مفصل واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا الحاج سیّد حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ کو اس ناکارہ پر شفقت و محبت اس وقت سے ہے، جبکہ اس ناکارہ کی عمر ۱۲؍سال سے بھی کم تھی، سنہ ۲۷ھ میں حضرت مدنی قدس سرہٗ نے تقریباً دو ماہ قیام گنگوہ شریف کیا، اور مسلسل روزے رکھا کرتے تھے، معمول یہ تھا کہ حضرت عصر کی نماز خانقاہ کی مسجد میں پڑھا کر سیدھے حضرت قطبِ عالم کے مزار پر تشریف لے جاتے مغرب تک وہاں مراقب رہتے اور غروب سے پانچ سات منٹ پہلے اٹھتے، اور ہمارا گھر خانقاہ کے راستے میں تھا۔ میری والدہ مرحومہ کئی نوع کی افطاری پھلکیاں وغیرہ تیار کر کے رکھتیں اور ایک دسترخوان چارپائی بچھا کر اس پر آٹھ دس طرح کی افطاریاں رکھ دیتیں، اور میں باہر کے دروازے پر کھڑا ہو جاتا اور جب دور سے حضرت مدنیؒ کو آتا دیکھتا۔ بھاگ کر اپنی والدہ سے کہتا کہ آ گئے، وہ جلدی سے پردے میں ہو جاتیں، اتنے میں حضرت دروازے تک پہنچ جاتے اور میں دروازے سے آجاؤ تشریف لے آؤ کا شور مچاتا۔ حضرت اندر تشریف لاتے، بہت اطمینان سے افطار فرماتے، اسی قانون کے تحت جو میں اپنے والد صاحب کے افطار کا حکیم الامت قدس سرہٗ کے حال میں لکھوا چکا ہوں، خوب اطمینان سے افطار فرمانے کے بعد پانی وغیرہ پینے کے بعد ہاتھ دھو کر کلی کر کے خانقاہ میں تشریف لے جاتے اور نماز پڑھاتے کہ اس زمانے میں مستقل امام وہی تھے، خانقاہ میں پہنچ کر ایک لوٹے سے پانی کے دو گھونٹ پی کر گویا افطار کر کے مصلے پر پہنچ جاتے، یہ حقیقت میں تو یہ تھا کہ حضرت مدنی حضرت صاحبزادے صاحب حکیم مسعود احمد صاحب کے مستقل مہمان تھے اور حکیم صاحب کے لیے یہ چیز بہت گرانی تھی کہ وہ کہیں دوسری جگہ افطار کریں۔

اس وقت سے حضرت شیخ کی حضرت مدنی سے جو محبت و اُنسیت پیدا ہوئی وہ بعد میں عقیدت و نیازمندی اور الحب للہ کی ایسی تصویر بن گئی تھی جس کی مثالیں ہر دور میں کم یاب رہی ہیں۔

حضرت شیخ نے اس وقت سے حضرت مدنی کو دیکھا اور ہر اِک زیارت و ملاقات کے ساتھ اس رشتۂ مؤدت میں گہرائی اور صلابت آتی گئی، آخر میں تو دونوں بزرگوں کا ایک دوسرے سے

اس قدر غیر معمولی ارتباط ہوگیا تھا جس کا الفاظ میں بیان کرنا آسان نہیں ہے۔ ان تعلقات کا ان واقعات کے علاوہ جو دونوں بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہونے والے اصحاب شب و روز مشاہدہ کرتے تھے، حضرت شیخ کے مکتوبات گرامی اور خصوصاً روزنامچہ سے خاصی تفصیل سے علم ہوجاتا ہے۔

حضرت مدنیؒ کی، کہنا چاہیے ایک ایک نقل وحرکت کا حضرت شیخ نے روزنامچہ میں اندراج فرمایا ہے اور جب حضرت مدنیؒ کا اس طرح تذکرہ ہے اور حضرت سے ایسی والہانہ محبت اور غیر معمولی ارتباط تھا تو ناممکن تھا کہ حضرت کے خاص متوسلین خصوصاً اہلیہ محترمہ مدظلہا، صاحبزادگان گرامی اور اعزہ واخلاف کا ذکر نہ ہو۔ خاص طور سے مولانا اسعد صاحب کی حضرت شیخ سے بہت بچپن سے بہت زیادہ قربت رہی، حضرت شیخ، مولانا کی اصلاح وتربیت اور علمی دینی رہنمائی پر خاص توجہ فرماتے تھے اور اس کو گویا اپنا فرض منصبی اور حضرت مدنیؒ سے روابط کا حق سمجھتے تھے۔

حضرت شیخ کے روزنامچہ میں یوں تو حضرت مدنیؒ کے زمانہ حیات (وفات جمادی الآخر ۱۳۷۷ھ/۵ر دسمبر ۱۹۵۷ء) کے متعدد اندراجات میں مولانا اسعد صاحب کا تذکرہ آیا ہے مگر وہ سب عموماً ضمنی اطلاعات ہیں۔ خصوصاً حضرت مدنیؒ کی آخری علالت (مرض وفات) میں علاج کے لیے مولانا اسعد صاحب کی نہایت مستعدی اور انہاک سے کوشش، اس کے لیے حکیموں اور ڈاکٹروں سے مسلسل روابط، ان لوگوں کی تجویز علاج، اس کے اثرات اور آخر میں حضرت پر سحر کے اندیشہ کی وجہ سے، اس سلسلہ کے اہل کمال کو دیوبند بلانے اور حضرت پر موجود برے اثرات کو دور کرنے کے لیے متواتر جدوجہد کا ذکر ہے۔ حضرت شیخ مولانا اسعد صاحب کو اس سلسلہ میں روزانہ دستی خطوط بھیجتے، تحقیق حال کے لیے کسی معتمد کو روانہ فرماتے، مولانا اسعد صاحب کی ہمّت افزائی کرتے اور ان اقدامات کی مزید بہتری کے لیے مشورہ سے بھی نوازتے تھے۔

لیکن ان سب تدبیروں کے ناکام ہونے اور اس مرد مجاہد کے حق تعالیٰ کے حضور جانے کا وقت آ گیا تھا، اس لیے بہ ظاہر افاقہ کی صورت پیدا نہ ہوئی اور اس وقت جب یہ خیال تھا کہ اب طبیعت بہتر ہے، حضرت مدنیؒ اچانک سفر آخرت پر روانہ ہوگئے۔ اس وقت حضرت مولانا اسعد صاحب نے پہلا کام یہ کیا کہ شیخ کو دیوبند لانے کے لیے گاڑی بھجوائی، حضرت مدنیؒ کی وفات کی خبر حضرت شیخ کو اس وقت ملی جب وہ ظہر کے بعد بخاری شریف کا درس دے رہے تھے، حضرت شیخ کو جیسے ہی یہ جاں سوز اطلاع ملی سبق ختم کرکے فوراً اسٹیشن کے لیے روانہ ہوگئے۔ حضرت شیخ نے ہی حضرت کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

حضرت شیخ نے حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کو حضرت کی وفات سے تین چار سال پہلے،

بہت اصرار کر کے، حضرت مدنیؒ سے بیعت کرا دیا تھا، اور اس کے لیے کوشش فرماتے رہے کہ حضرت مدنیؒ کی مولانا پر خاص توجہ رہے اور مولانا کو بھی حضرت سے استفادہ کی اور قدردانی کی ہدایت فرماتے رہے۔ حضرت شیخ نے تحریر فرمایا ہے:

''یہ صحیح ہے کہ میرے ہی کہنے سے ان (مولانا اسعد صاحب) کی ابتدائی بیعت ہوئی تھی اور اس کے بعد سے بھی وقتاً فوقتاً ان کو بھی اور حضرت اقدس کو ایک دوسرے کی طرف توجہ پر عرض معروض کرتا رہا۔'' (مکتوب بنام حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری۔ مندرجہ مکتوبات شیخ الحدیث بنام حضرت رائے پوری و مولانا عبدالجلیل صاحب، برادرزادہ حضرت رائے پوری، مرتبہ شاہ نفیس الحسینی صاحب ص:۴۲۲، لاہور ۱۹۹۸ء)

مولانا اسعد صاحب نے حضرت شیخ کی ہدایات کا پورا پورا خیال فرمایا اور حضرت والد ماجدؒ کے سلوک میں برابر استفادہ کرتے رہے۔

حضرت شیخ نے لکھا ہے کہ میری ہی درخواست پر حضرت شیخ مدنی نے مولانا اسعد صاحب کے لیے چالیس دن لوہاری میں حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی کے حجرہ میں ریاضت و مجاہدہ کرنے کی ہدایت فرمائی تھی، مولانا اسعد صاحب اس مقصد کے لیے لوہاری چلے گئے تھے، مگر بیس پچیس دن کے بعد ہی حضرت مدنیؒ کی بیماری کی خبر ملی، جس کی وجہ سے وہ سلسلہ ناتمام رہ گیا تھا، مولانا اپنا کام ترک کر کے دیوبند واپس آ گئے تھے۔ حضرت مدنیؒ کی وفات کے بعد حضرت شیخ نے پھر چاہا کہ وہ اسعد صاحب اس طرح یکسوئی کے چالیس دن دیوبند کی چھتہ مسجد میں گزار لیں، مگر اس کا بھی وقت نہ ملا۔

مولانا اسعد صاحب حضرت شیخ کی اس عنایت کا اپنے گویا مرشد و مربی ثانی حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے نام ایک خط میں یوں اعتراف کیا ہے، لکھتے ہیں:

''احقر اب سے سات سال قبل حضرت شیخ الحدیث صاحب کے کرم سے حضرت اقدس سرہٗ سے بیعت ہوا تھا، پھر جب قدس سرہٗ بمبئی تشریف لے گئے تو بمبئی میں پاس انفاس تعلیم فرمایا تھا۔'' (مجموعہ مذکور ص: ۴۲۲)

حضرت مدنیؒ کی وفات کے بعد حضرت شیخ کی توجہ مولانا محمد اسعد صاحب کی جانب بہت بڑھ گئی تھی۔ مولانا کی دینی دنیاوی روحانی مادی تمام ضرورتوں اور مشکلات و مسائل حل کرنے کی ہر وقت فکر رہتی تھی۔ حضرت شیخ نے حضرت مدنیؒ کی وفات کے صرف دو دن بعد، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کی خدمت میں جو اس وقت لاہور، پاکستان میں تھے، لکھا تھا:

''عزیز مولوی اسعد سلمہٗ کے لیے دعا کی بڑے اصرار سے درخواست ہے، بڑے باپ کا بیٹا، اخراجات کا پتلہ، آمدنی کے اب ذرائع محدود، حق تعالیٰ ہی اپنے فضل و کرم سے روحانی مادی ہر نوع کی مدد فرمائے۔''

اس کے بعد کی دو سطریں حضرت مدنیؒ کے آخر ایام کے ایک خاص فقرہ پر مشتمل ہیں، جو اگر چہ حضرت مولانا اسعد صاحب کے متعلق نہیں ہے مگر پڑھنے سننے والوں کے لیے اس میں بڑی رہنمائی اور گہرا سبق ہے۔ لکھا ہے کہ (حضرت مدنیؒ کو وفات سے ایک دن قبل) بدھ کی درمیانی شب میں مغرب کے بعد کرب زیادہ محسوس ہوا، تو کسی نے دریافت کیا کہ کچھ تکلیف زیادہ ہو رہی ہے:

''فرمایا کہ: اس کی بے چینی ہے کہ ساری عمر یونہی ضائع ہوگئی، کچھ کیا نہیں، اب تھوڑا سا وقت باقی ہے، یہ بھی یونہی ضائع ہو رہا ہے۔''

تذکرہ حضرت مولانا اسعد صاحب کے روحانی سفر کا ہو رہا تھا، حضرت شیخ نے حضرت مدنیؒ کی وفات کے فوراً بعد اس کا اہتمام فرمایا تھا کہ، حضرت مدنیؒ کی ذات گرامی سے فیض روحانی کا جو ایک بہت بڑا سلسلہ جاری تھا، وہ اسی طرح باقی رہے اور حضرت کے خلفاء اور متوسلین فوراً اسی خانوادہ کے کسی شخصیت سے جڑ جائیں، تاکہ نہ سلسلہ میں انقطاع ہو، نہ ان لوگوں کو کسی اور جانب رجوع کرنے کی ضرورت پیش آئے۔

حضرت شیخ چاہتے تھے کہ حضرت مولانا اسعد صاحب حضرت کی جگہ بیٹھیں اور حضرت کے وابستگان ان سے رجوع فرمائیں، مولانا اسعد صاحب کو حضرت کی جگہ بٹھانے اور اس سلسلہ کی نیابت کا بار اٹھانے کے لیے تیار فرمایا، اس کے لیے حضرت شیخ نے خود بھی توجہ اور کوشش کی اور حضرت مدنیؒ کے خلفاء کرام مولانا محمود صاحب پٹھیروی کی قیادت میں، مولانا اسعد صاحب کو حضرت مدنیؒ کی جانشینی کے تیار کرنے اور اس ذمہ داری کو سنبھالنے کی جو تحریک کر رہے تھے، حضرت شیخ نے مولانا محمود کی اس کوشش کو اپنی دل کی آواز سمجھا اور مولانا محمود کی پوری مدد اور رہنمائی فرمائی۔ خیال تھا کہ صرف حضرت مدنیؒ کے خلفاء کی درخواست مولانا اسعد صاحب کو آمادہ کرنے کے لیے کافی نہیں ہوگی، اس لیے مولانا محمود پٹھیروی خلفاء کی وہ مشترکہ درخواست اور مولانا اسعد صاحب کے لیے مرتبہ خلافت نامہ لے کر حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ آنجناب بھی اس کی تائید و تصویب فرمادیں، اور مولانا اسعد صاحب کے نام ایک اجازت نامہ یا ایک تحریر عنایت فرمائیں کہ وہ ہم خلفاء کی اس درخواست کو قبول کرلیں۔ حضرت شیخ جو شروع سے اس کے خواہاں تھے، مولانا محمود کی تحسین کی، اور ان کی مرتبہ تحریر پڑھ کر، اپنے ارادہ اور ان کی

خواہش کے مطابق اپنا گویا اجازت نامہ بصورت درخواست مولانا اسعد صاحب کے نام لکھ کر، مولانا محمود کے حوالہ فرمادی۔ حضرت شیخؒ نے اس واقعہ کا، اپنے روزنامچہ میں ان الفاظ میں تذکرہ کیا ہے:

''۲۷/جمادی الاول ۱۳۷۷ھ/ ۲۰/دسمبر ۱۹۵۷ء آج حضرت مدنیؒ کے خلفاء کی ایک تحریر، مولوی محمود پٹھیروی کی اجازت کی تحریر پر، زکریا سے تحریر لکھوا کر لے گیا اور یکشنبہ کو صبح نو بجے حضرت مدنیؒ کے مکان پر وہ تحریر مولوی اسعد کے حوالہ کی۔''

غالباً حضرت شیخ الحدیث کے ایماء پر، (الف) مولانا اسعد صاحب نے (ج) حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کو ایک مفصل گرامی نامہ میں اپنے باطنی احوال اور سیر سلوک کی کیفیت لکھی تھی، یہ خط حضرت شیخ کے ذریعہ سے ہی حضرت رائے پوری کی خدمت میں بھیجا گیا تھا، اس خط کا متن اس طرح ہے:

سیّدی وسندی ادام اللہ ظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جناب مولانا سیّد محمد حامد میاں صاحب کے والا نامہ میں آنجناب نے اس سیاہ کار کے حالات دریافت فرمائے۔ پریشان ہوں کیا حال لکھوں، اس روسیاہ بدکا تو کچھ حال ہی نہیں۔

احقر چھ سات سال قبل حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہم کے کرم سے حضرت (مدنیؒ) قدس سرہٗ سے بیعت ہوا تھا، پھر جب حضرت قدس سرہٗ بمبئی تشریف لے گئے تو بمبئی میں پاس انفاس تعلیم فرمایا تھا، مگر حسب معمول بدنصیبی، کاہلی دامن گیر رہی، واپسی پر احقر کے عرض کرنے پر حضرت قدس سرہٗ نے ۱۲ تسبیح تعلیم فرمائی، کوئی دو سال قبل جبکہ پاس انفاس بلا اختیاری جاری ہو گیا، تب حضرت قدس سرہٗ نے ذکر قلبی تین ہزار تعلیم فرمایا تھا، احقر تعداد کا لحاظ تو زیادہ نہیں کر سکا، ذکر قلبی جاری ہو گیا تھا، مگر احقر حضرت سے کچھ عرض نہ کر سکا۔ یہاں تک کہ گذشتہ رمضان میں حضرت قدس سرہٗ کے مجازین مولانا احمد علی اور مولانا مصدر علی وغیرہ نے صرف مجھ کو ہی مجبور نہیں کیا بلکہ حضرت قدس سرہٗ سے بھی جا کر عرض کیا، حضرت نے احقر کو طلب فرما کر احوال دریافت کیے، احقر نے عرض کر دیے، تو اس وقت حضرت قدس سرہٗ نے مراقبہ ذات مقدس تعلیم فرمایا، احقر کرتا بھی رہا، لیکن سفر مدراس کے

بعد حضرت کی علالت وغیرہ کی پریشانی میں بیٹھ کر باقاعدہ مراقبہ کا موقع دستیاب نہیں ہوتا تھا، اور طبیعت بھی نہیں لگتی، صرف بارہ تسبیح ضرور کسی طرح کر لیتا تھا، یہاں تک کہ حضرت کا وصال ہو گیا۔

جسم میں کسی کسی وقت سنسنی سی رہتی ہے، اگر کبھی کسی فعل سے مخلوق کی خوش زنی کا خیال ہوتا ہے تو بحمد اللہ خالق کی رضا کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اگر کہیں کسی مخالف ماحول میں پھنس جاتا ہوں تو ذکر اور آثار ذکر کا بلا ارادہ غلبہ رہتا ہے، اور دل متنفر رہتا ہے۔

حضرت یہ روسیاہ بہت محروم قسی القلب ہے، خدا جانے ایمان بھی ہے یا نہیں! حضرت قدس سرہٗ کی کوئی خدمت بھی نصیب نہیں ہوسکی، محروم ہی محروم رہا۔ لوگ روتے ہیں تو میں حسرت سے دیکھتا ہوں۔

اس رمضان میں حضرت قدس سرہٗ نے خواب بیان فرمایا کہ احقر اور حضرت حج کے لیے جدہ پہنچے ہیں اور حضرت احقر سے فرما رہے ہیں کہ ''باہر جا کر لوگوں کو خبر دے کہ حسین احمد آ گیا'' اب جبکہ حضرت قدس سرہٗ کا وصال ہو گیا تو سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا تعبیر ہو گی؟

حضرت دعوات و توجہات کا بہت محتاج ہوں، کسی بھی لائق نہیں۔ ویسے حضرت قدس سرہٗ رمضان کے بعد سے بعض سالکین کو احقر کے سپرد بھی فرمایا کرتے تھے کہ جا اُن کو بارہ تسبیح اسم ذات یا پاس انفاس یا ذکر قلبی بتا دے، وصال سے چند دن پہلے فرمایا کہ 'فلاں صاحب کی اجازت کا اعلان کر دے'۔

یہ چند سطور تعمیلاً للارشاد کر کے پیش کر رہا ہوں کہ شاید جناب کی دعوات و توجہات سے احقر کا بیڑہ پار ہو جائے اور آخرت بن جائے، اور اکابر کے ساتھ حشر ہو جائے۔

فقط والسلام

طالب دعا اسعد غفرلہٗ

۲۲ رجب ۱۳۷۷ھ

اس خط کے مندرجات مولانا اسعد صاحب کی روحانی قلبی کیفیات اور رفعت پرواز کی خبر دے رہے ہیں۔ اس پر حضرت رائے پوری نے کیا جواب دیا، یا کیا ارشاد فرمایا، اس کا تذکرہ ذرا بعد میں، یہاں پہلے وہ خط پڑھ لینا چاہیے جو مولانا اسعد صاحب کے اس خط کے ساتھ حضرت شیخ

نے حضرت رائے پوری کو توجہ مزید اور اس خط کی اہمیت کے احساس کے طور پر لکھا تھا، حضرت شیخ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت اقدس سیّدی وسندی ادام اللہ ظلال برکاتہٗ۔

بعد سلام مسنون، اسی وقت مولانا اسعد صاحب کا یہ پرچہ حضرت اقدس کی خدمت میں بھیجنے کے لیے آیا ہے، جو ارسال خدمت ہے۔ یہ صحیح ہے کہ میرے ہی کہنے سے ان کی ابتداء بیعت ہوئی تھی، اور اس کے بعد سے وقتاً فوقتاً ان کو بھی اور حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ کو بھی، ایک دوسرے کی طرف خصوصی توجہ پر عرض ومعروض کرتا رہا۔ غالباً تین سال ہوئے میرے ہی تقاضہ پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو لوہاری حضرت میاں جی صاحب کے حجرے میں ایک چلہ گزارنا تجویز کیا تھا۔

مگر غالباً ۲۰ - ۲۵ یوم کے بعد حضرت کی بیماری کی خبر ان کو پہنچی، یہ کچھ بیمار سے ہوگئے اور وہ پورا نہ ہوسکا۔ اب بھی میں نے تقاضا کیا، اس کی تکمیل دیوبند ہی کی مسجد میں اعتکاف کی صورت سے پوری کرلیں، مگر مہمانوں کے ہجوم کی وجہ سے اب تک نہ ہوسکا۔ اس کی تکمیل ......(آگے کا کٹا ہوا ہے)۔''

حضرت رائے پوری پر جو مولانا اسعد صاحب کی سیر سلوک میں حضرت شیخؒ کی رہنمائی اور مشورہ اور سرپرستی سے غالباً مولانا اسعد صاحب کے اس خط سے بھی بہت پہلے سے واقف تھے، دو تاثر ہوئے۔

حضرت رائے پوری نے مولانا اسعد صاحب کو تحریر فرمایا کہ حضرت مدنی نے جو کچھ تعلیم فرما رکھا ہے اس پر عمل کا اہتمام کریں، حضرت شیخ الحدیث کو اپنا مرشد اور رہنما تصور کریں اور سلوک و معرفت کے معاملات میں جو کچھ شیخ فرمائیں، اس پر عمل کرتے رہیں۔

اور شیخ کو جن کا خط مولانا اسعد کی سفارش نامہ کے حیثیت رکھتا ہے، ہدایت فرمائی کہ مولانا اسعد صاحب کو اجازت وخلافت دے دیں۔ مولانا اسعد صاحب کے نام حضرت رائے پوری کا گرامی نامہ درج ذیل ہے:

''عزیزی گرامی قدر مولوی محمد اسعد سلمہٗ، از احقر عبدالقادر

السلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ'

لفافہ ملا۔ حالات و کیفیات کا علم ہوا، جو کچھ حضرت نے فرما رکھا ہے اس پر پوری طرح سے عامل رہو، اور شیخ الحدیث صاحب کو اپنا شیخ تصور کرو، اور جس طرح

حضرت الحدیث صاحبؒ فرمائیں اس طرح کرتے رہو۔
احقر بھی دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ استقامت نصیب فرمائے اور اپنی رضا نصیب فرمائے، بشرط زندگی ملاقات کے وقت کچھ اور عرض کروں گا۔

فقط والسلام

اور حضرت شیخ کو زبانی یہ ہدایت بھجوادی کہ مولانا اسعد صاحب کو اجازت وخلافت دے دیں۔ یہ ہدایت پہلی مرتبہ مولانا حامد میاں صاحب (فرزند مولانا سیّد محمد میاں صاحب) کے ذریعہ آئی تو حضرت شیخ نے اس کی تحقیق ضروری سمجھی، اس کے لیے حضرت رائے پوری کے بھتیجے (نیز اپنے اور حضرت رائے پوری کے معتمد خاص) مولانا عبدالجلیل کو گویا صیغۂ راز میں لکھا، کہ اس کی تحقیق کرکے اطلاع دو کہ حضرت کا کیا ارشاد ہے۔ لکھا ہے:

''ایک ضروری امر یہ ہے کہ مولوی حامد میاں کے خط سے جو انھوں نے دیوبند لکھا ہے، حضرت کا یہ ارشاد پہنچا کہ زکریا کو چاہیے کہ مولانا اسعد صاحب کو اجازت بیعت دے دی۔ اس کی تحقیق مطلوب ہے، شدت سے جواب کا انتظار کروں گا۔''

اس کے دوسرے دن لکھے ایک اور خط میں بھی اس کا تذکرہ ہے، حضرت شیخ نے لکھا ہے کہ:

''کل کے خط میں، مولانا اسعد صاحب مدنی کی اجازت کے سلسلہ میں حضرت اقدس کے ایک ارشاد کی تحقیق، میں نے دریافت کی ہے، اس کو راز میں رکھیں اور بواپسی جواب سے مطمئن فرمائیں۔''

بعد میں مولانا عبدالجلیل صاحب کے خط سے حضرت رائے پوری کی اس ہدایت وارشاد کی تصدیق ہوئی، اس تصدیق کے بعد حضرت شیخ پر جو کیفیت گزری اور شیخ کو حسبِ معمول ومزاج، اپنی نااہلی بے بضاعتی کا جو شدید احساس ہوا، اس کا بھی حضرت شیخ کے ایک خط میں اندراج ہے۔ مولانا عبدالجلیل کے نام تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت اقدس کے اس ارشاد سے کہ وہ اجازت دیتا، سینہ پر شدید ضرب لگی، کاش یہ سیاہ کار اس قابل ہوتا۔ میرے اکابر حضرت اقدس سہارنپوری کے ارشاد پر اعتماد کرتے ہوئے مگن ہیں، اور اس ناکارہ کے سامنے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اصیحابی **فیقال انک لاتدری مااحدثوا بعدک فاقول سحقاً سحقاً، لمن غیر ذلک بعدی. او کمال قال** ۔(بخاری شریف ۲/۹۷۴) ہروقت گھومتا رہتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس احساس اور تصور کے ساتھ اس ہدایت پر عمل کا کہاں موقع تھا۔

اگرچہ حضرت شیخ نے مولانا اسعد صاحب کو اجازت و خلافت عطا فرمانے کے حضرت رائے پوری کے مشورہ پر، حضرت مولانا اسعد صاحب کی حضرت مدنی سے نسبت اور اپنے انتہائی عجز و انکسار کی وجہ سے عمل نہیں کیا تھا، لیکن مولانا اسعد صاحب کو سلوک و معرفت میں کامل بنانے، اور نہ صرف حضرت مدنی کے خلفائے کرام اور متوسلین، بلکہ خود اپنے بھی بعض خواص اور خلفاء کو مولانا اسعد صاحب کے دامن اصلاح و تربیت سے وابستہ کرنے، مولانا کی قدر پہچاننے اور مولانا سے استفادہ کرنے کی ہمیشہ ترغیب و تلقین فرماتے رہے۔

شروع میں یہ ہوتا تھا کہ حضرت مدنیؒ کے جو خلفاء یا خاص تربیت یافتہ اصحاب، کسی معنوی پریشانی یا مزید ترقی اور انجذاب روحانی کے لیے مولانا اسعد صاحب سے رجوع کرتے تھے، مولانا ان کو حضرت شیخ سے رجوع کرنے کا مشورہ دیتے اور کبھی کبھی خود ہی لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان پر خصوصی توجہ فرمانے اور طریقت کے معاملات کو آگے بڑھانے میں مدد کی درخواست کرتے تھے۔ ایسے متعدد اصحاب کی مولانا اسعد صاحب کے واسطہ سے حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے کا، حضرت شیخ کے روزنامچہ سے علم ہوتا ہے، مثلاً حضرت شیخ نے ۱۸ر ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ ۱۳/۱ اکتوبر ۵۸ کی یادداشت میں لکھا ہے:

> ''مولانا ابوالکلام ساکن ضلع چمپارن۔ فاضل دیوبند۔ آج آئے اپنی انتہائی پریشانی اور اشکالات وغیرہ کی بنا پر ایک ہفتہ قیام کی اجازت چاہی، اور ملوی اسعد مدنی کے شدید اصرار پر بیعت کی۔''

اسی طرح چند اور اصحاب کا بھی متفرق موقعوں پر ذکر آیا ہے، جو مولانا اسعد صاحب کے چند خلفاء کے روحانی مسائل کے حل میں حضرت شیخ کی مدد اور مولانا اسعد صاحب سے ان کو اجازت کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔

حضرت شیخ کا خاص معمول یہ تھا کہ وہ اپنے بزرگوں کے خواص اور مریدین کو کسی خاص وجہ کے بغیر بیعت نہیں کرتے تھے، اکثر یہ کوشش فرماتے کہ وہ اپنے شیخ کے نامزد کردہ یا جانشین سے بیعت ہوں، حضرت مدنیؒ کے مریدین کے لیے بھی یہی اصول تھا کہ ان کو بیعت نہیں کرتے تھے، ایسے اکثر اصحاب کو مولانا اسعد صاحب سے رجوع کرنے کا مشورہ دیتے تھے، ایسے متعدد مشوروں یا رہنمائی کے اشارات روزنامچہ میں درج ہیں۔

یہ تو مولانا اسعد صاحب کے سلسلۂ بیعت کے آغاز کی بات تھی، بعد میں حضرت شیخ کا مولانا

سے محبت و احترام کا معاملہ بڑھتا ہی گیا، یہاں تک کہ تبلیغی جماعت کے مشہور عالم اور رہنما مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری کو ایک خط میں یہ تحریر فرمایا تھا کہ:

''اس سے انکار نہیں کہ یہ نا کارہ عزیزی مولوی اسعد سلمہٗ کو، مولانا محمد یوسف صاحب کو، عزیز مولانا انعام الحسن صاحب اور حضرت مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب زادمجدہم کو اپنے سے ہر طرح افضل سمجھتا ہے۔ اور اپنی نا اہلیت کی وجہ سے اکابر کے زمانہ میں تو ان حضرات کی طرف سے اصرار سے متوجہ کیا کرتا تھا اور اب ان عزیزوں کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔'' (مکتوبات حضرت شیخ الحدیث، مرتبہ ڈاکٹر محمد اسماعیل میمن صاحب ص ۲۴۱ جلد دوم، کراچی ۲۰۰۴ء)

نیز اپنے خواص اور حضرت مدنیؒ کے متعلقین کو بھی مولانا سے رجوع کرنے کی ہدایت آخر زمانہ تک فرماتے رہے، خصوصاً مولانا رشید الدین صاحب (مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد) کو جو حضرت شیخ کے مجاز بیعت بھی تھے، بار بار لکھا کہ مولانا اسعد صاحب سے رجوع کرلو، ان کی صحبت اختیار کرو، مولانا کے اعتکاف میں حاضر رہو۔ مولانا رشید الدین صاحب نے خود لکھا ہے کہ:

''متعدد خطوط میں بار بار تحریر فرمایا کہ تم مولانا اسعد صاحب کی طرف رجوع کرلو، اس میں تمھیں سہولت بھی ہوگی اور راحت بھی، مگر میں بچپن سے مولانا اسعد صاحب سے بے تکلّفانہ زندگی کی وجہ سے اس سے عذر کردیا کرتا تھا۔'' (مولانا محمد زکریا اور ان کے خلفاء کرام، مرتبہ مولانا محمد یوسف متالاً گجراتی ص: ۳۷ حصّہ سوم، کراچی: بلا سنہ)

مولانا رشید الدین صاحب کا حضرت شیخ کے یہاں رمضان المبارک میں اعتکاف کا معمول تھا، رجب ۱۳۹۲ھ میں مولانا رشید الدین نے حضرت شیخ کو لکھا کہ میرا رمضان المبارک میں حاضری کا ارادہ ہے، اس وقت بھی حضرت شیخ نے یہی ہدایت فرمائی تھی کہ تم اس مرتبہ مولانا اسعد صاحب مدنی کی خانقاہ میں وقت گزارو، اس کی کیفیات سے لطف اندوز ہو، حضرت شیخ تحریر فرماتے ہیں:

''تم نے اس خط میں اس سال یہاں رمضان المبارک گزارنے کا تقاضہ لکھا، پارسال بھی لکھا تھا، لیکن پارسال تو میں واقعی مہتمم صاحب سے پختہ وعدہ کر چکا تھا اور نیم وعدہ اس سال بھی ہے، اور چونکہ معلوم ہوا کہ مولانا اسعد صاحب سے بھی مہتمم صاحب وہاں کے قیام کی دعوت کا وعدہ فرمارہے ہیں تب اور بھی زیادہ اچھا ہوگا۔ کہ میرا رمضان تو کئی دفعہ بھگت چکے ہو، ایک دفعہ حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ کے رمضان کا چسکہ بھی چکھو، معمولات میں مولانا اسعد صاحب کا پابند

رہنا اپنا نظام الگ نہ بنانا، تراویح وغیرہ انھی کے اصول سے جاری رکھیں البتہ نوافل میں جماعت کثیر کی وجہ سے اگر تم شرکت نہ کرسکو تو مضائقہ نہیں، لیکن تم ان پر نکیر مت کرنا۔ ۲۷/رجب سنہ ۹۲ ھ۔

(مکتوب حضرت شیخ الحدیث مرتبہ ڈاکٹر میمن صاحب)

چونکہ مولانا رشید الدین صاحب کا مولانا اسعد صاحب کے گھریلو قریبی بے تکلفی کا رشتہ تھا اس لیے مولانا رشید الدین کو اس ارشاد کی تعمیل میں تامل و تکلف ہوتا تھا۔ شیخ کی اس بار بار کی ہدایت کا بھی اثر نہ ہوا، تو حضرت شیخ نے مولانا رشید الدین کو ایک نسبتاً سخت لکھا، جو درج ذیل ہے۔ میں نے کئی سال سے آپ سے بار بار کہا کہ تم عزیز مولانا اسعد صاحب کی طرف رجوع کرلو، ''میرے پیارے! یہ میں نے حضرت مدنیؒ کے احترام میں تمھاری خیر خواہی سے بار بار کہا، میں سارے سال بیمار رہا اور اب تک یہ طے نہیں کرسکا کہ اس سال ہندوستان آسکتا ہوں یا نہیں، اور اس میں کوئی اشکال نہیں۔ جب میرے کہنے سے ہو تو کوئی خلجان کی بات نہیں۔''

عبد الماجد دریابادی اور مولوی عبد الباری صاحب حضرت شیخ الاسلام سے بیعت تھے، اور حضرت قدس سرہٗ ہی کے ارشاد پر تھانہ بھون رجوع کیا اور مولوی عبد الباری مرحوم کو تو وہاں سے اجازت بھی ملی۔ میں خود حضرت رائے پوری اور حضرت مدنی نور اللہ مرقدہما کی حیات میں اپنے متعدد لوگوں کو ان دونوں اکابر کی خدمت میں بھیجتا رہا ہوں۔

اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے جیل کے زمانہ میں اپنے متعدد احباب کو تحریر فرمادیا کرتے تھے کہ میرے آنے تک زکریا سے پوچھیں، مولوی محمود ڈپٹیڑوی کو تو خاص طور سے حکم دیا تھا آپ انھیں سے چاہے دریافت بھی کرلیں۔

مولوی منوّر صاحب بھی پہلے حضرت مدنیؒ سے بیعت ہوئے تھے، اور حضرت رائے پوری کے یہاں تو بہت کثرت سے یہ معاملہ ہوتا رہتا تھا۔ میرے یہاں اجازت میں محض تعلیم کافی نہیں، اس کے علاوہ بھی کچھ چیزیں شرائط کے درجے میں ہوتی رہتی ہیں۔ عزیز مولوی اسعد سے میرا یہ خط دکھا کر کہہ دیں کہ وہ اس میں تامل نہ کریں۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم حبیب اللہ

۱۱/ جون ۷۷ء مدینہ منور

اپنے معاملات میں مولانا اسعد سے مشورہ اور تعاون

حضرت شیخ اس کا بھی اہتمام فرماتے تھے کہ اپنے اہم معاملات میں، اور ایسے مسائل و مباحث میں جس میں مشوروں اور اجتماعی اہم رائے کی ضرورت ہو۔ مولانا اسعد صاحب کو بھی یاد فرمایا کرتے تھے، مثلاً حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کی وفات کے بعد دسیوں سال تک، حضرت شیخ پر، خانقاہ رائے پور کے آباد اور پرفیض رہنے کی کوشش کا بہت غلبہ رہا۔ حضرت شیخ نے ایک سے زائد سے موقعوں پر لکھا ہے کہ مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب رائے پوری نے حضرت رائے پوری کی موجودگی میں میرے سے اور حضرت کے بہت سے خدام سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میں رائے پور میں رہوں گا، اور خانقاہ اسی طرح آباد اور اپنے معمولات وشب وروز کی پابند رہے گی مگر کسی وجہ سے اس پر عمل نہ ہو سکا تو حضرت شیخ نے ان تمام علماء ومشائخ اور ذمہ داروں کو اس پر توجہ دلائی کہ اس خانقاہ کا آباد وفعال رہنا ہم سب کے لیے بہت سودمند ہے، اور سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس مقصد کے لیے عملی قدم اٹھائیں۔

اس ضرورت کی اہمیت اور اس کو عملی صورت دینے کے لیے حضرت شیخ نے اپنے سلسلہ کے اکابر علماء کے دو مرتبہ اجتماعات طلب کیے، پہلا مشورہ ۸/دسمبر ۱۹۶۲ء کو ہوا تھا، اس میں شرکت کے لیے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اپنے تبلیغی سفر ناتمام چھوڑ کر واپس آئے، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی، حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی اور متعدد علماء نے اس کے لیے اپنی طے شدہ مصروفیات اور سفر مؤخر یا ملتوی کیے، مولانا اسعد بھی طویل سفر سے واپس آئے شیخ کے الفاظ ہیں:

''مولوی اسعد مدنی نے اپنے متعدد سفر بند کیے''

مگر اس اجلاس ومشورہ کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا، اس لیے بعد میں بھی اس پر توجہ رہی، اس مقصد کے لیے ایسا ہی ایک اور جلسہ ''مشورہ برائے خانقاہ رائے پور'' جمادی الاول ۱۳۹۰ھ جنوری ۱۹۷۰ء میں ہوا تھا، اس میں بھی مولانا اسعد صاحب اہتمام سے شریک ہوئے تھے۔

جب حضرت شیخ کا آخری اہم کارنامہ **لامع الدارمی علی جامع البخاری** مکمل ہوا تھا، اس کی تکمیل کی مسرت کے موقع پر ۱۷/ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ (۱۵/جون ۱۹۶۸ء) کو حضرت شیخ نے ایک بڑی دعوت کا اہتمام کیا تھا، جس میں ایک ہزار سے زیادہ افراد شریک ہوئے تھے، ان میں ملک کے اکابر اور علماء زعماء کی ایک بڑی تعداد شامل تھی، اس میں مولانا اسعد مدنی کا نام حضرت شیخ نے اہمیت سے ذکر کیا ہے۔

حضرت شیخ کے اور بھی کئی معاملات تقریبات اور سفروں میں مولانا اسعد صاحب نے خاص

اہتمام سے شرکت کی، حضرت شیخ نے ان سب کا اپنے اپنے موقعوں پر ذکر کیا ہے۔

اسی طرح مولانا اسعد صاحب کی ذاتی عملی زندگی کے جو اہم پڑاؤ ہیں اور جب جب کسی وجہ سے کوئی خاص بات پیش آئی، حضرت شیخ نے مولانا کی مدد اور رہنمائی کی اور مولانا کے تمام معاملات میں پوری طرح شریک اور ہم قدم رہے ہیں۔

حضرت مدنی کی وفات کے بعد دار العلوم کی شوری کا جو پہلا اجلاس ہوا، وہ حضرت مدنی کی وفات کے پس منظر میں کئی وجوہات سے بہت اہم تھا، حضرت شیخ کو بھی اس کی بہت فکر تھی اور مولانا اسعد صاحب کو بھی، اس کا حضرت شیخ کی طبیعت پر بوجھ تھا، اس لیے حضرت رائے پوری کو دعا کے لیے لکھا تحریر فرماتے ہیں:

> ''کل کو دیوبند کے جلسہ شوریٰ ممبران میں جانے سہم میں ویسے ہی معطل الدماغ بے کار سہم میں بیٹھا ہوں، اس لیے خیال ہوا کہ تمھیں خط ہی لکھ دوں، اس لیے کہ اگر کل کو روانگی ہو گئی تو دو دن ناغہ جائیں گے۔
>
> شوریٰ کے سفر کا سہم تو ہمیشہ ہوا کرتا تھا، سفر میرے لیے بھی مجاہدۂ عظیمہ ہے، لیکن حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ کا خوف اور شوق زیارت سہم پر غالب آجاتے تھے، اب صرف سہم ہی رہ گیا۔ سفر کی ہمّت بالکل نہیں، مگر حضرت اقدسؒ کے بعد کا پہلا شوری ہے کہتے ہیں کہ اہم ہے شرکت ضروری ہے۔ مولانا اسعد صاحب بھی اصرار کر گئے اور دوسرے حضرات کی طرف سے بھی اصرار ہے۔
>
> حضرت اقدس کی خدمت میں سلام کے بعد اس ناکارہ کے لیے تو ضرورت دعا ہے ہی ہر دو مدرسوں کے لیے بھی خصوصی دعا کی ضرورت ہے۔

اس کے بعد سے تو یہ گویا ایک معمول بن گیا تھا کہ حضرت شیخ مولانا اسعد صاحب کی ایک ایک مصروفیت اور پروگرام کی خبر رکھیں، اس کی کامیابی اور ترقی کے لیے دست بدعا رہیں، جمعیۃ علماء ہند کا کوئی بڑا اجلاس ہو، جمعیۃ کی کسی مقامی کمیٹی کی نشست ہو، مقامی مشورہ ہو، تعلیمی کانفرنسیں ہوں، جلسے ہوں یا مولانا کے دور دراز کے سفر اور مصروفیات، حضرت شیخ ہر ایک پر نظر رکھتے تھے ہر ایک کے متعلق روزنامچہ میں یادداشت تحریر فرماتے، اور کئی ایک باتیں جن میں مختلف وجوہ سے تنازعات اور اختلافات رہے، ان کی تفصیلات خاص طور سے فراہم کرتے تھے، حضرت کے روزنامچہ میں اس کا کبھی کبھی تفصیل سے اندراج ہوتا کبھی اجمالاً، تاہم سلسلہ کی جملہ تحریریں اور متعلقات اہتمام سے محفوظ رکھے جاتے تھے۔

اس سلسلہ کی جو سب سے پہلی یادداشت رقم فرمائی ہے، وہ ۲۱/صفر ۱۳۶۷ھ ۱۷/ستمبر ۱۹۵۷ء کی ہے۔ اس دن جمعیۃ علماء کی تعلیمی کمیٹی کا ایک مختصر جلسہ مدرسہ مخزن العلوم سہارنپور میں ہوا، اس کا افتتاح مولانا اسعد صاحب نے کیا تھا، اختتامی دُعا حضرت شیخ کی تھی۔

ارشاد و تعلیم کے علاوہ مولانا اسعد صاحب کی زندگی کی سب سے بڑی مصروفیات اور جدو جہد کا سب سے بڑا محور و مرکز جمعیۃ علماء ہند کی تحریک، تنظیم اور اس سے وابستہ مقاصد اور ان کا دائرہ کار تھا۔ جس میں پہلا اہم واقعہ میرٹھ کا اجلاس جمعیۃ علماء تھا جو بوجوہ قابل توجہ بن گیا تھا، اس وقت سے حضرت شیخ کی زندگی کے جمعیۃ علماء سے آخری اجلاس تک، نیز مولانا کی اور سیاسی ملی مصروفیات ہر ایک کے متعلق روزنامچہ نیز اپنی دوسرے بڑے یادداشت نامہ میں نوٹ ضرور لکھتے تھے۔

حضرت شیخ کو حضرت مدنی کی نسبت سے جمعیۃ علماء سے بھی خاص تعلق خاطر تھا اس کی ترقی کے لیے دُعا گو رہتے اور اس سے واقفیت اور اس کے متعلق مشوروں کو ایک ضروری کام سمجھتے تھے۔

حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند کی وفات کے بعد، بعض نازک مسائل سامنے آگئے تھے، اسی دوران جمعیۃ کا اجلاس ہوا، مولانا اسعد صاحب نے حضرت شیخ سے بھی تشریف لانے کی درخواست کی اور اس کے لیے خط لکھا، اس کے جواب میں حضرت نے شیخ جو گرامی نامہ تحریر فرمایا اس سے شیخ کے مولانا اسعد صاحب اور جمعیۃ علماء دونوں سے قربت کا، اور دونوں کی ترقی کے لیے دُعا اور توجہ کے اہتمام کا علم ہوتا ہے۔ شیخ نے تحریر فرمایا تھا کہ:

مکرم و محترم مولانا الحاج اسعد صاحب! زادت معالیکم و عافاکم اللہ وسلم عن الشرور والفتن بعد سلام مسنون۔

دعوتی گرامی نامہ جمعیۃ کے اجلاس کے شرکت کا پہنچ کر موجب مسرت ہوا، تمھارے اعوان کو تو میرا حال معلوم نہ ہوگا مگر تم کو تو میری حالت ہر وقت دیکھتے ہو کہ جو شخص مسجد تک بھی نہ جا سکتا ہو، چارپائی پر نماز پڑھتا ہو حتیٰ کی نظام الدین میں حجرہ بالکل مسجد کے برابر ہونے کے باوجود مسجد میں نہیں جارہا ہوں، حجرہ ہی میں چار آدمی پکڑ کر صف کی محاذات میں بٹھا دیتے ہیں اس لیے جسمانی حاضری یا شرکت کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہوسکتا لیکن دُعا و قلبی شرکت سے نہ کبھی پہلے دریغ ہوا نہ اب۔

تمھیں معلوم ہے کہ اس سیاہ کار کو اپنے اکابر کے متعلقین اور ان سے تعلق رکھنے والے حتی کہ در و دیوار تک سے محبت ہے، پھر جمعیۃ علماء کہ میرے دو اکابر حضرت شیخ الہند، حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہما کی محبوب ترین چیز ہے، اس کی

ترقی، مکارہ سے حفاظت اور کارکنوں میں للّٰہیت اور اخلاص کی دعاؤں سے نہ کبھی پہلے غافل ہوا نہ اب اور نہ کبھی انشاء اللہ آئندہ۔

تمھیں خوب معلوم ہے کہ اس ناکارہ نے حرمین کی حاضری میں اپنے اکابر سے ذرا سا تعلّق رکھنے والے کو بھی عمومی اور خصوصی نام لے کر دعاؤں میں یاد رکھا، اس لیے جہاں تک جمعیۃ کے اجلاس کا تعلّق ہے، اور حضرت مولانا سیّد فخر الدین نور اللہ مرقدہٗ کے حادثہ جانکاہ کی وجہ سے اس کی نزاکت بڑھ گئی ہے، بہت اہتمام سے دل سے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ شانہ اپنے فضل و کرم سے نہایت کامیابی کے ساتھ تکمیل کو پہنچائے، ہر نوع کے مکارہ سے محفوظ فرمائے مثمر ثمرات و برکات بنائے، جملہ کارکنان میں اخلاص وللّٰہیت، اپنی رضا و محبت کا جذبہ زیادہ سے زیادہ پیدا فرمائے اور اس سیاہ کار کو بھی اکابر کی یادگاروں کی زیادہ سے زیادہ قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔‘‘

فقط والسلام
حضرت شیخ الحدیث
بقلم حبیب اللہ

آخری سب سے بڑا مسئلہ جس سے فضائیں برسوں مسلسل مشتعل اور مرتعش رہیں قضیہ دارالعلوم تھا، اس پر حضرت شیخ نے گہری نظر رکھی، فریقین کو ملاقات، گفتگو، خطوط اور قاصدوں کے ذریعہ اعتدال برتنے، اپنے بڑوں کے اسوہ کو ترک نہ کرنے اور اس مسئلہ کے قابل قبول حل نکالنے کی کوشش فرماتے رہے۔

ایسا نہیں تھا کہ حضرت شیخ، مولانا کے تمام معاملات نظریات اور طریقۂ کار سے بہر صورت اتفاق کرتے ہوں، کئی موقعوں پر حضرت شیخ کی رائے مولانا کے رائے سے مختلف ہوتی اور شیخ اس کی وجہ اور متوقع نتائج و ثمرات کا بھی تحریری یا زبانی طور سے، اور کبھی کبھی کسی معتمد قاصد کے توسط سے اظہار فرما دیا کرتے تھے، مگر یہ اختلاف چونکہ سراسر اصولی اور اخلاص پر مبنی ہوتا تھا اس لیے اس کی وجہ سے نہ کبھی کسی کو گرانی ہوتی، اور نہ ہی ان کا معموماً کسی زبان پر تذکرہ آتا۔

آخر میں تو شیخ کی نظر میں مولانا اسعد صاحب کا ایسا ہی مرتبہ ہو گیا تھا کہ اپنے معاملات اور ذاتی مشوروں میں مولانا کے سامنے سپر ڈال دیتے تھے، کئی مرتبہ ہوا کہ مولانا نے کسی بات کے لیے اصرار کیا تو حضرت شیخ نے بلا تکلف اس کو قبول فرما لیا اور اپنی وہ رائے یا فیصلہ جس کا ایک دو مرتبہ

تذکرہ یا اعلان بھی فرما چکے تھے واپس لے لیا، ایسے ہی دو واقعات پیش کیے جاتے ہیں۔

حضرت شیخ سنہ ۱۳۸۹ھ/ مارچ ۱۹۶۹ء میں دہلی سے زیارت حرمین کے لیے سفر کیا، اس سفر کے آغاز کے وقت دہلی میں ہی یہ ارادہ کرلیا تھا کہ اس سفر میں مسلسل روزے رکھیں گے، اس وقت حضرت شیخ کی صحت کچھ بہت اچھی نہیں تھی پھر عمر کا تقاضہ، سخت گرمی کا موسم اور لمبا سفر جس میں اور بھی کئی ملکوں میں جانے کا منصوبہ بنا تھا، اس لیے حضرت شیخ کے خادموں کے علاوہ اور بھی سب اکابر حضرت مولانا انعام الحسن، حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی، مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی وغیرہ اور خاندانوں کے وہ اقرباء جن کی بات حضرت شیخ کے یہاں وقعت رکھتی تھی حضرت شیخ کے اس طرح مسلسل روزہ رکھنے کے ارادہ سے متفق نہیں تھے، اس کے لیے دہلی سے گزارشات اور عرض ومعروض کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا، مگر حضرت شیخ اپنی رائے پر قائم رہے اور صحت کی متواتر خرابی اور سفر کی صعوبت کے باوجود **صیام شہرین متتابعین** کی توبۃ من اللہ نیت فرمائی، مکہ معظّمہ اور اس کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری ہوئی، دونوں مقامات پر اس معمول میں تبدیلی نہیں آئی، اس دوران ہندوپاکستان کے جو اکابر علماء حاضر خدمت ہوئے ان سب کی بھی یہ خواہش اور درخواست رہی کہ حضرت شیخ اس طرح مسلسل روزے ترک فرمادیں اس سے صحت خراب اور کمزور ہوجائے گی حضرت شیخ نے سب کے مشورے سنے اور او راپنے خیال پر کاربند رہے، آخر میں مولانا اسعد مدنی صاحب جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو انھوں نے روزہ ترک کرنے پر مسلسل شدید اصرار کیا، حضرت شیخ نے بالجبر مولانا کے اصرار کے سامنے سپر ڈال دی اور روزہ کھول دینے کا ارادہ کرلیا۔

حضرت شیخ نے اپنے بڑی یادداشت، تاریخ کبیر میں لکھا ہے:

> ''سفر میں ڈھائی ماہ تک روزہ مسلسل رہا اور ذرا گرانی نہیں ہوئی احباب کے اصرار، بالخصوص عزیز مولوی اسعد، جو اتفاق سے مدینہ منورہ پہنچ گئے تھے، کے شدید اصرار پر چھوڑنے پڑے۔''

اسی طرح مولانا اسعد صاحب حضرت شیخ سے اور حضرت کی رائے کے خلاف بھی بعض باتیں منظور کرالیتے تھے، مثلاً حضرت شیخ نے رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ مدینہ منورہ میں گزارا تھا، حضرت شیخ کے تمام خلفاء اور اکثر متوسلین کا تقاضہ اور اہتمام رہتا تھا کہ حضرت کا رمضان اپنی قیام گاہ سہارنپور ہو جس سے ہندوستان بھر میں بکھرے ہوئے متوسلین کے لیے براہِ راست استفادہ کی سہولت رہے، اس سال بھی ایسا ہی ہوا، مگر مولانا اسعد صاحب حضرت شیخ سے ایک سال پہلے کا وعدہ لے چکے تھے کہ آپ رمضان ۱۳۹۳ھ مدینہ منورہ میں بسر فرمائیں میں بھی وہیں حاضر رہوں

گا، حضرت شیخ نے تمام احباب وخواص کی رائے کے خلاف مولانا کی رائے اور وعدہ پر عمل فرمایا، مدینہ منورہ میں رمضان شریف گزارا، مولانا اسعد صاحب بھی اسی دربار گھربار میں حاضر رہے:

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

اس کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت شیخ نے اپنی یادداشت میں لکھا ہے:

''عزیزی مولوی اسعد سے ایک سال پہلے طے ہوگیا تھا کہ اگلا رمضان، دونوں کا مدینہ میں ہوگا، اس لیے افریقہ سے سیدھا مدینہ منورہ، ایک ہفتہ قبل پہنچ گیا تھا اور یکم شوال کو عید کی نماز پڑھ کر بہ ارادۂ ہندوستان چلا گیا۔''

یہ حضرت شیخ کی مولانا اسعد صاحب سے شفقت وعنایت اور مولانا کی حضرت سے نیاز مندی اور خوردانہ روابط وتعلق کے چند مختصر اجمالی اشارات تھے، حضرت شیخ کے روزنامچہ اور تحریرات ومکتوبات میں اس حوالہ سے کچھ لکھا ہوا ہے اس کی تفصیل کے لیے ایک مضمون ومقالہ نہیں، مفصل کتاب چاہیے حضرت مدنی، مولانا سیّد احمد فیض آبادی اور حضرت مدنی کے اخلاف و اہل خاندان کی نسبت چھوٹی بڑی اس قدر اطلاعات ومعلومات حضرت شیخ کے روزنامچہ مکتوبات اور متفرق ذاتی تحریرات میں درج ہیں کہ اگر ان کو مرتب کیا جائے تو معلومات کا ایک خزانہ ہاتھ آئے اور غالباً ساڑھے چارسو پانچ صفحات کی اچھی کتاب مرتب ہوگی جو مدنی خاندان کے متعلق اہم معلومات ووقائع کا گنجینہ اور دریافت ثابت ہوگی۔

○○